بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نظرات

گذشتہ ماہ کے نظرات میں اُردو کو علاقائی زبان بنانے کی تحریک سے متعلق جو اظہار خیال کیا گیا تھا اس پر اُردو کے متعدد وقیع اخبارات نے مقالات لکھے ہیں اور اس پر تبصرہ کیا ہے۔ مدینہ بجنور کی تحریر سے معلوم ہوا کہ مرکزی انجمن ترقی اُردو کے جنرل سکریٹری پروفیسر آل احمد سرور نے بھی اپنی رائے ظاہر کی ہے۔ لیکن خود ہماری نظر سے موصوف کی تحریر نہیں گذری۔ مدینہ نے اُس کا صرف ایک اقتباس نقل کیا ہے۔ بہر حال ان سب حضرات نے برہان کی رائے سے اختلاف کیا ہے اور اُس کو درست تسلیم نہیں کیا۔ اس سلسلہ میں خاکسار نے مدینہ کے فاضل مدیر کے نام ایک طویل خط لکھا ہے جس میں اپنے نقطۂ نظر کی کسی قدر توضیح و تشریح کر دی ہے اور موضوعِ گفتگو کے بعض پہلو جن کا تذکرہ نظرات میں نہیں ہو سکا تھا انھیں بیان کر دیا ہے ان صفحات میں اُس کے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے بلکہ عرض صرف اس قدر کرنا ہے کہ جہاں تک اُردو کے حق کے مطالبہ کا تعلق ہے وہ سرتاسر واجبی ہے اور ۲۲ لاکھ دستخطوں کے بعد یہ حق دستوری اور قانونی بھی ہو جاتا ہے۔ لیکن اب سوال یہی ہے کہ اُردو تحریک کا قافلہ جس منزل پر آکر رُک گیا ہے اور اُس کی وجہ سے جمود و تعطل کی جو صورت پیدا ہو گئی ہے۔ آخر اس کو کس طرح دور کیا جائے ؟ یہ جمود و تعطل اردو تحریک کو ایک گھن کی طرح لگ گیا ہے اور اندر ہی اندر اسے کھائے جا رہا ہے۔ اس لئے لامحالہ آپ کو کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی ہوگا۔ عوام کو زیادہ دنوں تک اس کشمکش اور گومگو کے عالم میں نہیں رکھا جا سکتا اس سلسلہ میں برہان کی رائے تھی کہ اب نہ تو پیچھے ہٹنے یعنی مطالبہ واپس لینے کا سوال ہو سکتا ہے اور نہ زور و قوت کے ساتھ دیوار پھاند کر آگے بڑھنا یعنی ڈائرکٹ ایکشن شروع کرنا مقتضائے مصلحت و عقلمندی ہے۔ اس لئے بہتر یہی

ہے کہ قافلہ کا راستہ بدل دیجئے اور سفر شروع کیجئے۔

اگر چھن گیا اک نشیمن تو کیا غم مقاماتِ آہ و فغاں اور بھی ہیں

جن دوستوں کو اس سے اتفاق نہیں ہے وہ بتائیں کہ اگر یہ نہیں تو پھر اور کیا کیا جائے۔ اگر آپ نے راستہ نہیں بدلا تو بعض عجلت پسند حضرات عوام کے اس اضطراب کا ناجائز فائدہ اٹھا کر اردو تحریک کے موجودہ زعماء و قائدین کے خلاف کوئی محاذ بنالیں گے اور اس سے اردو تحریک کی اجتماعی قوت کو صدمہ پہنچنا یقینی ہے۔ دلی میں آئندہ مہینہ جو اُردو کانفرنس ہو رہی ہے اُس میں اس کے متعلق کوئی قطعی فیصلہ ہونا چاہیئے۔

رہا یہ سوال کہ وہ اور دوسرا راستہ کون سا ہے؟ تو اس کے جواب میں عرض یہ ہے کہ اگر اردو کو سرکاری طور پر علاقائی زبان مان بھی لیا گیا لیکن اس کے لئے وہ تعمیری کوششیں نہ ہوئیں جو ایک زبان کو زندہ رکھنے اور اس کو ترقی دینے کے لئے ضروری ہیں تو محض علاقائی زبان بن جانے سے کچھ نہیں ہوگا۔ اور اس کے برخلاف اگر یہ تمام تعمیری کوششیں ہوئیں مگر اُردو کو علاقائی زبان کی حیثیت حاصل نہ ہوئی تو زبان پھر بھی باقی رہے گی۔ پھولے پھلے گی، ترقی کرے گی اور آخر ایک وقت ایسا آجائے گا جب کہ "بقائے اصلح" کے قانون کے مطابق وہ کسی خاص ایک صوبہ میں نہیں بلکہ پورے ملک میں اپنا طبعی حق حاصل کرے گی۔ اس سے معلوم ہوا کہ اصل ضرورت اُردو کی تعمیر و ترقی کے لئے ایک ہمہ جہتی پروگرام کی ہے۔ ایک اعلیٰ ترقی یافتہ زبان اپنے مخالفوں کے لئے بھی کیسی ناگزیر ہو جاتی ہے؟ اُس کا اندازہ ہندو پاک میں انگریزی اور مشرق وسطیٰ کے بعض ملکوں میں فرنچ کی حیثیت سے لگایا جا سکتا ہے ہماری تحریر کا مقصد اتنا ہی تھا کہ صرف ایک ہی لکیر کو پیٹتے رہنا کوئی عقلمندی اور اُردو کے ساتھ کمال خیر خواہی نہیں ہے کہ ؎

ابھی عشق کے امتحاں اور بھی ہیں

افسوس ہے پچھلے دنوں مولانا سید محمد ادریس صاحب سکروڈوی کا مظفر نگر میں انتقال